محبت سے استقبال

تحریر و ترتیب: حافظ محمد عابد الٰہی عاصم ☆ مدیر العاصم اسلامک اکیڈمی، ساہیوال

آج ہم ایسی شخصیت کا تعارف پڑھیں گے۔ جن کی داستان ایسی دلربا ہے کہ اسے بار بار پڑھنے اور سننے کو جی چاہتا ہے۔

ان کا گھر نبوت کی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ جن کی خوشی و مسرت کے ساتھ محبت کی انتہا نہ رہی۔ جن کی عظمت کا اعتراف ہر مسلمان کر رہا تھا کہ آج ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بڑا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کا نام حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ جو بنو نجار قبیلہ سے (جو پیارے نبی ﷺ کا ننھیال قبیلہ ہے) تعلق رکھتے ہیں۔ پیارے نبی ﷺ مکہ مکرمہ سے رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفادار ساتھی کے ساتھ سفر کی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے نکلے تو اس وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ جب اہالیان مدینہ پہلے سے منتظر تھے۔ بڑی گرم جوشی اور فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے انتہائی محبت سے استقبال کیا۔ اور پھر اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے تاکہ جس گھر کو پسند فرمائیں، اس میں مسکن بنائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے پہلے مدینے کے باہر وادی قباء میں قیام فرمایا اور وہاں اسلام کا قلعہ اللہ کا گھر مسجد قبا کو تعمیر فرمایا یہ اسلامی تاریخ کی پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد کائنات کے امام قائد اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ جو آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس جگہ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ ﷺ نے یثرب (مدینہ منورہ) کا رخ فرمایا۔ یثرب کے سردار باہر استقبال کیلئے منتظر تھے اور پھر ہر ایک اس خواہش کا اظہار کر رہا تھا کہ اسے میزبانی کا شرف حاصل ہو اور پر اسرار مطالبہ تھا کہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں اور قدم رنجہ فرما کر برکت سے نوازا جائے۔ لیکن آپ ﷺ جس سواری

(اُونٹنی) پر سوار تھے۔ فرمارہے تھے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ سواری مسلسل چلتی رہی۔ سب کی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ دلوں میں شوق سمایا ہوا تھا لیکن جیسے ہی سواری گھر کے دروازے سے آگے گزرتی۔ وہ گھر والے غمگین اور ناامید ہو جاتے اور اگلے گھر والے امید کی دنیا میں کھو جاتے لیکن سواری اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھیں۔ ہر ایک اس سوچ میں تھا کہ دیکھیں کس کی قسمت اور کون خوش نصیب ہے جو اس عظیم مہمان کی میزبانی کا شرف حاصل کر کے اپنے آپ کو سکون میسر کرتا ہے۔ اس مہمان جیسا کائنات میں اللہ کے علاوہ خوب صورت و سیرت نہ تھا۔ یقیناً فرش پر مصطفیٰ ﷺ اور عرش پر الٰہ (الرحمٰن) ہے، آخر سواری چلتی ہوئی اس مقام پر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی ﷺ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر سامنے تھا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ آپ ﷺ کا جلدی سے سامان اُٹھایا اور گھر لے گئے۔ جیسے دنیا کے تمام خزانے ہاتھ لگ گئے۔ ایک انصاری سردار حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اُونٹنی کی مہار پکڑ کر گھر لے گئے۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین)

لیکن آپ ﷺ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے پھر گھر میں آپ ﷺ نے جہاں رہنا پسند فرمایا وہیں انتظام و انصرام کیا گیا۔ نبی رحمت ﷺ تقریباً سات ماہ تک قیام پذیر رہے۔ اس دوران دعوت الی اللہ کے ساتھ ساتھ اس خالی جگہ پر جہاں اونٹنی بیٹھی تھی۔ وہ جگہ دو یتیم بچوں سے خرید کر مسجد نبوی کی تعمیر کو مکمل کیا۔ جس مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ مزید فرمایا تین مساجد جن کی طرف سفر کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے۔ مسجد اقصیٰ (فلسطین میں) مسجد حرام (مکہ مکرمہ میں) مسجد نبوی ﷺ (مدینہ منورہ میں) ان کے علاوہ باعث ثواب سفر نہیں ہوسکتا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ آپ کی رہائش گاہیں تعمیر ہوئیں۔ پھر ان میں منتقل ہو

گئے۔لیکن پھر بھی ان کے گھر کو ہمیشہ اپنا گھر ہی سمجھا اور وہ بھی آپ ﷺ کیلئے روزانہ کھانا تیار کر کے رکھ دیتے جب نہ تشریف لاتے تو اہل خانہ کھا لیتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دوپہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گھر سے نکلے تو حضرت عمرؓ بھی دونوں کی ملاقات ہوئی۔ دونوں بھوک کے ستائے گھر سے نکلے تھے۔ اِدھر سے پیرومرشد پیارے نبی ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ بھی کئی دن سے فاقے میں تھے۔ آپ ﷺ ساتھیوں کو لیے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر پہنچے دروازے پر دستک دی، معمول تھا بغیر دستک دیے گھر میں داخل نہ ہوتے۔ اُم ایوبؓ نے سب کو خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوایوبؓ کے متعلق پوچھا وہ بھی سنتے ہی دوڑتے ہوئے آئے۔ خوش آمدید کہتے ہوئے عرض کیا تشریف رکھیے پھر کچھ تر اور خشک کھجوریں لاکر پیش کیں۔ آپ ﷺ نے تناول فرمائیں۔ پھر کہا آج میں آپ ﷺ کیلئے ایک جانور ذبح کرتا ہوں تاکہ گوشت سے کھانا تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، دیکھنا دودھ دینے والا جانور نہ ہو۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ بیوی روٹی پکانے میں مصروف ہوئی، خود گوشت کے ٹکڑے کیے۔ کچھ سالن پکایا اور کچھ خشک بھون کر تیار کیا۔ جب کھانا تیار ہوا تو عادت مبارکہ تھی کہ کھانے میں نقص نہ نکالتے، پسند پر کھا لیتے نہیں تو خاموشی سے چھوڑ دیتے اور ہمیشہ کھانا اپنے سامنے سے کھاتے، حضرت ابوایوبؓ نے کھانا لاکر سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیکر روٹی پر رکھا اور ابوایوبؓ کو فرمایا۔ جاؤ میری بیٹی فاطمہؓ کو دے آؤ وہ بھی کئی دن سے بھوکی ہے۔ پھر سب نے مل کر تناول فرمایا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکرؓ وعمرؓ قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے پوچھا جائیگا۔ یہ بات کہتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر کھانے کے بعد فرمایا

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا فَاَفْضَلُ ۔

تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازااور ہم پر اپنا فضل فرمایا۔

ان دعاؤں کا نبوی الفاظ میں اپنی زبان پر لانا، دراصل زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ جس سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوں گی۔ پیارے نبی ﷺ کی یہ عادت مبارکہ کہ اگر کوئی حسن سلوک کرتا تو اُسے اچھا بدلہ دیتے۔ آپ ﷺ نے دوسرے روز حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک لونڈی تحفہ دی۔ اور فرمایا ہم نے اسے نیک اور فرمانبردار پایا۔ اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ گھر لے گئے، بیوی بھی خوش ہوئی لیکن ساتھ ہی کہا ہمیں اس کے ساتھ بھلائی کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور میرا خیال ہے اس نصیحت پر عمل بہتر انداز میں ممکن ہے۔ بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو فرمایا اسے اللہ کے لیے آزاد کر دیا جائے۔ پھر ساتھ ہی عمل کر دیا۔ یہ تھے وہ اعمال جو صحابیؓ رسول کی زندگی کو ہمارے سامنے بطور درخشاں پہلو رکھتے ہیں اور پیارے رسول ﷺ کی پاکیزہ سیرت ہمارے لئے ماڈل (نمونہ) ہے۔

محبت کے آنسو: یہ منڈی سے خریدے گئے غلام ہیں۔ جنہیں قریشی سردار حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خریدا اور اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ کو لا کر بطور تحفہ پیش کر دیا۔ یہ غلام شرافت اور ذہانت میں اپنی مثال آپ تھا۔ وقت گزرتا ہوا ساتھ نہیں دیتا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی شادی امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی۔ اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو پیارے سر کے تاج کی خدمت میں پیش کیا۔ اس غلام کا نام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ بنومعن قبیلے کی عورت سعدیٰ بنت ثعلبہ کا بیٹا تھا۔ یہ ڈاکوؤں کی بھینٹ چڑھ کر عکاظ منڈی میں فروخت ہوا۔ اس وقت عمر آٹھ سال تھی۔ یہ غلامی کی زندگی میں لیکن خوش نصیبی کے عالم میں کائنات کے اعلیٰ و ارفع اور پاکیزہ اخلاق کے مالک حضرت محمد عربی ﷺ سے فیض حاصل کرنے لگا۔ لیکن ادھر ماں کی

ممتا محبت سے بے قرار تھی۔ اس بیٹے کے غم میں نڈھال اور رو رو کر آنکھوں کے آنسو بھی خشک کر چکی تھی۔ کبھی زبان سے ان الفاظ کا اظہار کرتی کہ میرے لخت جگر کے بارے معلوم ہو جائے کہ وہ زندہ ہے تو میں انتظار کروں؟ اگر فوت ہو گیا ہے تو ناامید ہو جاؤں ادھر باپ بے سکون تلاش کر رہا تھا اور اپنے گاؤں اور شہر کے قریب سے گزرتے ہوئے قافلے والوں سے اپنے بیٹے کے بارے سوال کرتا، پھر کبھی ہواؤں سے مخاطب ہوتا اور کبھی زمین سے پوچھتا کیا تو نگل تو نہیں گئی؟ کبھی کبھی دوسروں بیٹوں کو کہتا کہ میں زید کا متلاشی ہوں جب تک زندہ ہوں جب مر جاؤں تو تم نے اپنے بھائی کو تلاش کرنا ہے۔

ایک سال حج کے موقع پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے کچھ افراد مکہ مکرمہ آئے۔ وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ انہوں نے غور سے دیکھا اور پہچان کر ایک دوسرے کے حالات و واقعات کے متعلق معلوم کیا۔ وہ لوگ حج کی واپسی پر زیدؓ کے باپ حارثہ کو ملے اور زندہ و سلامت بیٹے کے بارے مطلع کیا۔ اور اسے بتایا ہم نے خود مکہ میں دیکھا اور باتیں کیں۔ یہ خوشی و مسرت کی خبر سنتے ہی اپنے بھائی کعب کو اپنے ساتھ تیار کیا اور کچھ رقم نقد لیکر سفر پر روانہ ہوئے۔ بڑی جانفشانی اور برق رفتاری سے مکہ معظمہ پہنچے اور نبی رحمت ﷺ کے متعلق پوچھتے ہوئے خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے۔

آپ ﷺ بیت اللہ کے ہمسایہ اور بھوکوں کو کھلاتے پلاتے ہیں بے کسوں کی فریاد سنتے اور پوری کرتے ہیں۔ ہماری ایک التجا ہے جس کی وجہ سے خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا بیٹا آپ ﷺ کے پاس ہے۔ اللہ کیلئے ہم پر مہربانی فرمائیے اور جو قیمت لینا چاہیں وہ قیمت دینے کیلئے تیار ہیں۔ پیارے نبی مکرم ﷺ نے ان کی باتوں کو سنا اور فرمایا، کونسا تمہارا بیٹا، جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو؟ عرض کیا! زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

کیا میں تمہیں ایک تجویز دوں جو قیمت سے بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔تو! دونوں نے بڑے تعجب سے سوال کیا وہ کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں تمہارے سامنے اُسے بلاؤں۔ اسے اختیار دیا جائے گا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بڑی خوشی سے لے جائیں۔ میں تم سے کچھ وصول نہیں کرتا۔ لیکن اگر جانا نہ چاہے تو پھر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

زیدؓ کا باپ اور چچا یہ بات سن کر خوش ہو گئے اور کہنے لگے آپ ﷺ نے عدل و انصاف کی بات کہہ دی۔ یہ بات ہمارے دل کو لگی ہے۔ ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ کیونکہ اُنہیں یقین تھا جب ہمیں دیکھے گا تو فوراً ہمارے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو جائے گا۔

پیارے نبی مکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلایا اور وہ آئے۔ اور خاموش کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ ان کو پہچانتے نہیں ہو؟ آپؓ نے ان سے سلام و کلام نہیں کیا۔ زیدؓ نے کہا۔ آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ وہ حیران تھے۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہیں۔ عرض کیا یہ میرا باپ حارثہ بن شراجیل اور یہ چچا کعب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے ان کے ساتھ جاؤ یا میرے پاس رہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بولے۔ میں آپ ﷺ کے پاس رہوں گا۔ باپ نے بیٹے کی بات سنتے ہوئے کہا بیٹا یہ کس قدر افسوس اور سوچنے کی بات ہے کیا تو ماں باپ کے ساتھ رہنا آزادی ماحول میں رہنا پسند نہیں کرے گا کیا تو اس غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابا جی یہ بات ٹھیک ہے اِدھر غلامی اُدھر آزادی ہے۔ ایک طرف باپ کی محبت اور ماں کی شفقت ہے۔ لیکن جس عظیم ہستی کے پاس میں رہائش پذیر ہوں اور جن اوصاف حمیدہ کا میں نظارہ کر رہا ہوں۔ پھر میرے ساتھ جس شفقت و محبت کا اظہار ہے۔ یقیناً ہر آزادی کو اس غلامی پر قربان کیا جا سکتا ہے۔

چچا اور باپ بیٹے کی گفتگو سنتے ہی خاموش رہ گئے۔

اِدھر رسول ﷺ نے یہ انداز دیکھا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ اور بڑی خوشی و مسرت سے اعلان فرمایا اے سرداران قریش! آج کے بعد زیدؓ میرا غلام نہیں، بلکہ بیٹا ہے۔ تم گواہ رہنا۔ یہ اعلان باپ اور چچا بھی سن کر شاداں و فرحاں اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ اس دن کے بعد زید رضی اللہ عنہ کی بجائے زید بن محمدؐ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ جب آپ ﷺ نے نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا حضرت زیدؓ نے اسلام قبول فرمایا۔ قرآن مجید میں یہ حکم بھی آپ ﷺ پر وحی ہوا۔ (اُدْعُوْ هُمْ لِاٰ بَائِهِمْ) ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا جائے۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵) حضرت زیدؓ پیارے نبی ﷺ کے سفر و حضر میں ساتھ رہنے لگے۔ پھر پیغام اسلام ہر انسان کے نام جاری ہونے لگا۔ آپ ﷺ نے پیارے زید بن حارثہؓ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحشؓ سے فرما دی۔ ایک سال کے قریب تو صلح رہی پھر بعد میں نا اتفاقی سے طلاق دی گئی۔ بعد میں رسم جاہلیت کو مٹانے کیلئے نبی رحمت ﷺ نے اپنے نکاح میں حضرت زینبؓ کو لے لیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت ان کے بارے نازل ہوئی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 37)

اللہ تعالیٰ نے زیدؓ کے بعد (زینبؓ کا) نکاح نبی کریم ﷺ سے فرما دیا۔

زندگی بھر حضرت زید بن حارثہؓ نبی رحمت ﷺ سے والہانہ محبت فرماتے رہے۔ آپ ﷺ بھی کمال شفقت کا مظاہرہ فرماتے۔ بہت سے محاذ پر سپہ سالار لشکر اسلام بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ توحید و سنت کے داعی اور راز دان رسول ﷺ کی بھی حیثیت حاصل ہوئی۔ دراصل آپ ﷺ ہی کے خاندان کے ایک فرد بنے رہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ملاقات کا منظر بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زیدؓ ایک سفر سے

واپس مدینہ منورہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ میرے مکان میں تشریف فرما تھے۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ آپ ﷺ نے جلدی سے دروازہ کھولا تو سامنے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے پایا۔ انہیں بڑی محبت سے گلے لگایا۔ ماتھا چوما۔ اللہ کی قسم آپ ﷺ کو پوری زندگی اس طرح کسی صحابیؓ کو پرتپاک انداز میں ملتے میں نے نہیں دیکھا۔

جنگ موتہ کی امارت اور شہادت: پھر کیا ہوا؟ پیارے نبی ﷺ نے دعوت اسلام کیلئے 8 ہجری میں حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر روم کے بادشاہ شاہ بصریٰ کی طرف روانہ کیا۔ جب حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ یہ پیغام نامہ لیکر اردن کی مشرقی جانب مقام ''موتہ'' پہنچے تو امیر غساسنہ شرجیل بن عمرو نے گرفتار کر کے انہیں قتل کر دیا۔ یہ غمناک خبر جب نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔

آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر اسلام جنگ ''موتہ'' کے لیے ترتیب دیا اور اس لشکر کی کمانڈ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائے تو حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ قیادت کریں۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر منتخب کر لینا اور اگر اسے بھی شہید کر دیا جائے تو لشکر اسلام جس کو چاہے اُسے منتخب کر لیں۔ پھر لشکر اللہ کا نام لے کر روانہ ہوا۔ اُردن کی مشرقی جانب ''معان'' مقام پر پہنچا۔ جہاں پہلے سے ہی روم کا بادشاہ ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے کیلئے اُتر چکا تھا۔ اس کے ساتھ مشرکین عرب کے بھی ایک لاکھ افراد شامل تھے۔ یہ مکمل وسائل، اسلحہ اور ٹیکنالوجی سے لیس تھے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس بہت قلیل تعداد اور بہت کم اسلحہ تھا۔ یقین کامل اور ایمان اللہ کے ساتھ پختہ اور مخلص تھے۔ آپس میں مشورہ اور جنگی حالات پر مسلسل غور و فکر کیا۔ لشکر اسلام کا ایک جری مجاہد اور کمانڈر بولا۔ اللہ کی قسم! ہم تعداد کی کثرت اور وسائل کی قوت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے۔ ہمارا تو جہاد میں نکلنا صرف اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے

ہے، اس کیلئے دو انعامات میں سے ایک ضرور حاصل ہوگا۔ فتح کی صورت میں مال غنیمت یا پھر شہادت کے ساتھ جنت کا حاصل ہونا ہے۔ آگے بڑھو!

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

اللہ کے رستے میں، ہلکے بوجھل جہاد کیلئے (ہر حال میں) نکلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے (سورۃ التوبہ۔ 41)

یہ کہنا تھا کہ میدان مقتل سجا اور مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں فوجیں مقام "موتہ" پر ٹکرائیں۔ لشکر اسلام تین ہزار اور دشمن اسلام دو لاکھ افراد پر مشتمل تھا۔ مسلمان مجاہدین بڑی بہادری سے لڑے کہ رومی فوج کے چھکے چھڑا دیے۔ دشمن کی فوج پر اس اللہ کے لشکر کا رعب بیٹھ گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جھنڈا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ اس کی حفاظت میں اس قدر جوانمردی سے لڑے کہ جنگی کارناموں کی تاریخ میں نام رقم ہوا۔ بالآخر جسم نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑ سے زخمی اور چھلنی کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں میں کام آگئے۔ اس عظیم امیر کی شہادت کی خبر وحی کے ذریعے جب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو اتنے غمگین ہوئے۔ اس سے پہلے نہ دیکھے گئے تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ جو ایک محبوب کی جدائی میں تھے۔

تبلیغ و تحقیق اور دعوت اسلام: ہم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے پڑھا۔ اب ان کے دوسرے ساتھی جن کی شکل و شباہت رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ جو پیارے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ جن کی کفالت رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔

جنہوں نے اپنی بیوی کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے خاوند اور بیوی دونوں نے اسلام کی نورانی راہ کو اختیار کر لیا تھا۔ یہ ہاشمی جوان جن کا نام حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ جن کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو اسلام کی قبولیت کے بعد

قریش کی اذیتوں اور تکالیف کا نشانہ بنے۔لیکن صبر و تحمل کا کمال سے مظاہرہ کیا۔اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ جنت کا راستہ خاردار اور نہایت ہی دشوار ہے۔اسی انداز میں عبادت میں لذت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بالآخر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کا موقع میسر آیا۔ ہر چیز کو خیر آباد کہتے ہوئے اسلام کیلئے قریش مکہ کی اذیت سے بچتے ہوئے بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں مکہ چھوڑتے ہوئے سکون کے سانس کے ساتھ دعوت وسعادت میں سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے حبشہ پہنچے۔

لیکن زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ کفار مکہ کی آگ بھڑکی، حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف قیمتی تحائف کے ساتھ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اس ہدایت پر بھیجے گئے، کہ ان مہاجرین کو واپس لایا جائے۔ جب وہ وہاں پہنچے اور پارلیمنٹ کے ممبرین کو ملتے ہوئے اپنی تائید کیلئے بات کرتے ہیں۔اور غیر مشروط طور پر بادشاہ سے بات کر کے واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دوسری صبح جب بادشاہ دربار لگاتا ہے تو اس کی خدمت میں بھی قیمتی تحائف کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے، بادشاہ سلامت!

ہماری قوم کے چند شر پسند عناصر راہِ فرار اختیار کر کے آپ کی سلطنت میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ وہ ایسے دین کے علمبردار ہیں۔ جسے نہ ہم جانتے اور نہ آپ جانتے ہیں ایک الگ دین کو قبول کیا ہے۔لہٰذا ہمارے وہ رشتے دار ہیں۔سرداران قریش نے آپ کے پاس ہمیں بھیجا ہے۔ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔نجاشی بادشاہ نے جب وزراء کا مشورہ لیا تو سب بیک زبان بولے۔ ان کی قوم کے افراد ہیں۔ یہ اُن کے بارے بہتر جانتے ہیں۔انہیں واپس لوٹا دیا جائے۔ یہ جانے اور وہ، یہ خود ہی نپٹ لیں گے۔ بادشاہ وزراء کی یہ باتیں سن کر اشتعال میں بولا۔اللہ کی قسم! میں ان کے سپرد نہیں کروں گا جب تک خود تحقیق نہ کرلوں۔حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔اس کے بعد نجاشی ہمیں

اپنے دربار میں طلب کرتا ہے۔ہم نے آپس میں مشورہ کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو لیڈر منتخب کیا۔تا کہ بادشاہ سے بات کریں۔بادشاہ کی باتوں کو سنتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا:

بادشاہ سلامت! ہم جاہلیت کی تاریکیوں میں گم تھے۔ایک اللہ کو چھوڑ کر بتوں کے پجاری تھے۔بے حیائی کا ارتکاب، قتل وغارت گری عام، طاقت ور کا کمزور کو دبا دینا اور ایک دوسرے سے بدسلوکی کرنا، بے شمار جرائم کا کھلے عام کرنا ہمارا مشغلہ بن چکا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا۔ہم میں سے ایک آدمی جس کے حسب ونسب کو ہم جانتے ہیں۔اُس نے ہمیں ایک اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی۔عبادات کا حکم دیا۔جن میں نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ہر قسم کی بے حیائی سے منع کر دیا، صلہ رحمی کا حکم دیا۔ان باتوں کو ہم نے اختیار کیا۔پیارے رسول اقدس ﷺ کی اطاعت واتباع کے ساتھ حق وصداقت کا اعتراف کیا۔حلال وحرام میں تمیز پیدا کی۔ان تمام باتوں کے ساتھ یہ لوگ ہماری مخالفت کرنے لگے اور ہمیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ہم خیر وعافیت کی تلاش میں آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے۔ہمیں امید ہے یہاں پر اطمینان کا سانس لے سکیں گے۔حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی ان باتوں سے متاثر ہوا اور پھر کہنے لگا کوئی پیغام جو انسانوں کے نام اللہ تعالیٰ نے رسول مقدس ﷺ پر نازل کیا ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ سنائیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

﴿كٓهيٰعٓصٓ. ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے زکریا پر کی تھی۔جس وقت اس نے اپنے رب کو آہستہ آہستہ پکارا۔اس نے عرض کیا۔

اے میرے پیدا کرنے والے، میری ہڈیاں پرانی ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے چمک اٹھا۔اے میرے رب میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کرنا مرادنہ ہوا۔(سورۃ مریم ۱تا۴)

ان آیات مبارکہ کا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا انتہائی رقت آمیز لہجہ میں تلاوت کرنا۔ نجاشی بادشاہ پراس قدر اثر ہوااوران وزراپر جوعیسائیت کی کتابیں کھول کر بیٹھے تھے کہ نجاشی اوروہ سب زار وقطار رونا شروع کر دیتے ہیں۔جس نے کھلی ہوئی کتابیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ پھر نجاشی بولا ''یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے۔ دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں۔ پھر نجاشی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید پوچھا تو حضرت جعفر علیہ السلام نے بتایا ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔روح اللہ اوراللہ کا کلمہ ہیں۔جو پاکدامن مریم صدیقہ کی طرف القاء کیا گیا''۔ اس پر نجاشی جوش سے زمین پر ہاتھ مارتا ہوا کہتا ہے۔''اللہ کی قسم!بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح ہیں'' یادرکھیں، یہ نجاشی بادشاہ کی قرآن وسنت میں (ریسرچ) تحقیق تھی۔جس پر وہ مسلمان ہوگیا۔غور کریں۔

بقول ڈاکٹر اقبال ؒ تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو۔

مزید کہا
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پر رضا مند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانے

درباری علماء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حیران وششدر رہ گئے۔ پھر نجاشی نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! یہ مسلمان بالکل سچے ہیں۔آج کے بعد یہ میرے یہ قابل قدر مہمان ہیں۔ جوانہیں نقصان پہنچائے گا۔اسے سخت سزا دی جائے گی۔ یہ ہر چیز سے مجھے عزیز ہیں۔عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ جو قریشی نمائندے تھے بڑے ذلیل وخوار ہوئے۔نجاشی نے اُن سے کہا، میری آنکھوں سے دور ہوجاؤ۔

اس کے بعد مسلمان مطمئن و مسرور حبشہ رہنے لگے۔ لیکن اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جب مدینہ منورہ ہجرت ہوئی تو بہت سے مسلمان وہاں چلے آئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ دس سال حبشہ گزارے۔

یہ ۷ ہجری کو حبشہ کو خیر آباد کہتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ رومیوں کی سرکوبی کیلئے لشکر کی ترتیب دی گئی۔ جس کی کمانڈ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ یہ معرکہ جمادی الاول ۸ ھ مطابق اگست یا ستمبر ۶۲۹ء کو وقوع پذیر ہوا۔ یہ وہ خونریز ''معرکہ موتہ'' تھا۔ جس میں لشکر اسلام تین ہزار نفری کے ساتھ دو لاکھ طوفانی فوج کا مقابلہ کر رہا تھا۔ یہ ایمان کی بادِ بہار اور اس پر وہ عجائبات ظہور میں آئے کہ دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔ سب سے پہلے کمانڈر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے تھے۔ جھنڈے کو اٹھائے آگے بڑھے بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تو فوراً ہی آگے بڑھ کر چچازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے لپک کر علم بلند کیا۔ اپنے گھوڑے کی کوچیں کاٹ کر جوانمردی سے بے مثال لڑے۔ یہاں تک کہ دشمن کی ضرب سے داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ بھی کاٹ دیا گیا۔ اسی لیے لقب جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین دیا گیا۔

ان دونوں بازوؤں کے عوض جنت میں دو بازو عطا کئے گئے۔ اس کے بعد سینے سے چمٹا کر جھنڈا بلند رکھا۔ بالآخر خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کیے۔ کوئی زخم پشت پر نہ تھا۔ (صحیح بخاری، باب غزوہ موتہ من ارض الشام ۲/۶۲)۔

ان کی شہادت کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے ہوئے جھنڈا تھام لیتے ہیں۔ جن کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو کہیں

ہائے وہ غازی جسے اللہ نے ہدایت دی اور ہدایت کی راہ پر قربان ہوا۔

دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے بہادری وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ بھی شہادت کا جام نوش کرتے ہوئے جنت کے راہی بنے۔ جب یہ خبر وحی کے ذریعے سے رحمت عالم ﷺ کو ملی کہ لشکر اسلام کے تینوں جفاکش سپہ سالار شہید ہو گئے تو تعزیت کے لیے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو چہرے مبارک پر افسوس وحزن کے آثار نمایاں تھے۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر خوف طاری ہو گیا۔ میں نے اپنے خاوند جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ میں نے انہیں آواز دی۔ وہ خوش وفرحاں دوڑتے ہوئے پیارے نبی ﷺ کی گود میں آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ پیار سے چومنے لگے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔

پیارے آقا یا رسول اللہ ﷺ، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ ﷺ کو جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق خبر ملی ہے؟ فرمایا ہاں وہ شہید کر دیئے گئے۔ تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے میں نے رونا شروع کر دیا جب بچوں نے ماں کو روتے دیکھا تو اُن کی مسکراہٹ جاتی رہی۔

....

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے دعا کی فرمایا اے اللہ جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور گھر کی حفاظت فرما۔ (حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو ص 301)

پھر فرمایا میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں دونوں بازوؤں اور پاؤں کو خون سے رنگین دیکھا۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف لائے فرمایا، جھنڈا زید رضی اللہ عنہ نے لیا وہ شہید کر دیے گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے لیا وہ بھی کام آ گئے پھر ابن رواحہؓ نے جھنڈا پکڑ لیا وہ بھی شہید کر دیئے گئے اس دوران آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا (اور ایسی جنگ لڑی کہ) اللہ نے ان پر فتح عطا فرمادی۔
(الرحیق المختوم ص ۵۲۱) (صحیح بخاری، باب غزوہ موتہ من ارض الشام ۲/۶۱۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پیارے نبی مکرم ﷺ کنواری عورت سے زیادہ حیادار تھے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کائنات کے امام حبیب کبریا ﷺ نہ زبان سے برائی فرماتے اور فرمایا کرتے تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل باب کثرہ حیا ﷺ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پیارے آقا رہبر و رہنما محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اصحابؓ کو مت برا کہو، مجھے قسم ہے جس اللہ کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو اُن کے ایک مُد (ایک کلو) یا آدھے مُد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

محبت: صحابہؓ کی محبت امام الانبیا ﷺ سے اس قدر ہے سب کچھ قربان ہے۔ اللہ کے رستے میں جان کی قربانی محبت رسول ﷺ میں اشارہ رسول ﷺ پر سعادت سمجھتے تھے۔ ان کی فضیلت اللہ کے حکم سے زبان نبوت سے نکلی۔ ایک کلو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ا کے برابر کوئی نہیں پہنچ سکتا (صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابہ)

یہ خالص محبت کا تقاضا ہے۔ جو نبوی ﷺ زبان سے بیان ہوا ہے۔ مزید محبت کے اس موضوع کے تحت عبادت جو انسانی مقصد حیات ہے پڑھیئے۔ جب سوال ہوا امام الانبیاء (قائد اعظم) محمد رسول اللہ ﷺ سے احسان کیا ہے؟

یہ وہ سوال ہے جو ہر انسان کی زندگی کو کامیاب بنانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل محبت کا اظہار ہو جاتا ہے۔ زندگی گزارنے اور موت میں بھی اس سوال کو سمجھ کر زندگی کے لمحات مکمل کرتے ہوئے مزا اور لذت آتی ہے۔

آیئے جواب پڑھیے! اللہ کی عبادت اس انداز میں کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے یا پھر وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

غور کریں جب زندگی کے ہر لمحہ یہ احساس ہو۔ مجھے اللہ بڑی محبت سے دیکھ رہا ہے کیونکہ مکمل زندگی عبادت میں گزارنا ایک مسلمان پر لازم ہے۔ اس کے سامنے اللہ کا قرآن اور نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہر لمحہ موجود ہو۔ وہ اللہ جس نے مجھے پیدا کیا۔ میری شہ رگ سے قریب ہے، وہ ہر جگہ سے سن اور دیکھ رہا ہے۔ یاد رکھیں، محبت کے انداز میں حد سے آگے نکلنا غلو ہے۔ جو کسی بھی انسان کیلئے جائز نہیں۔ یہاں تک کہ کائنات کے امام، امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بھی منع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کا بندہ ہی رہنے دینا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح اللہ کا بیٹا اور جز نہ بنا دینا۔ آپ ﷺ کی محبت عین ایمان ہے، لیکن محبت اور عقیدت میں آگے بڑھنا شرک کی طرف دعوت ہے۔ جو انسان پر شیطانی حملہ ہے۔ جس عمل میں جنت حرام اور جہنم لازم ہے۔ توحید و رسالت میں کسی دوسرے کو شامل کرنا محمدی پیغام اور خالص اسلام سے انحراف ہے۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع و اطاعت میں اللہ کی خوشنودی صحابہ رضوان اللہ کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خالص اسلام کو سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(تعاون: بنت خورشید احمد، چیچہ وطنی ☆ ممبر فہم الاسلام کورس)